جلد ۱۷ — صلح ۱۳۵۵ ہش — شمارہ ۱
جنوری ۱۹۷۶ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان آٹھ روپے
دیگر ممالک دو پونڈ

فی پرچہ ۷۵ پیسے



قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

صلح ۱۳۵۵ ہش

محرم ۱۳۹۶ ہجری ۔ جنوری ۱۹۷۶ء

ایڈیٹر
غلام باری سیف

قیمت سالانہ آٹھ روپے

فی پرچہ چھہتر پیسے

فہرست مضامین

پبلشر ..... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ...... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام ..... دفتر ماہنامہ انصاراللہ
اشاعت ..... دارالنصر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد | ماھنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱

صُلح ۱۳۵۵ہش

—(۱)—

بہار آئی ہے...

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا یہ شعر جلسہ سالانہ کے ایام میں کئی بار زبان پر آیا ہے

بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

کتنے مبارک ہوتے ہیں یہ دن، کتنے پُرکیف ہوتے ہیں یہ لمحات، کیا روح پرور منظر ہوتا ہے جلسہ سالانہ کا۔ زائرین کی آنکھیں پُرنم لبوں پر ذکر الٰہی، دلوں میں جذبات کا طوفان موجزن۔ سال بھر ان دنوں کے شائقین انتظار کرتے رہتے ہیں اور جب یہ دن آتے ہیں پرندوں کے غول کی طرح پروانے اترنا شروع ہوتے ہیں۔ پہلے ایک آیا پھر دو پھر ٹھٹوں کے جھنڈ نظر آنے لگتے ہیں۔ ان میں دیہاتی بھی ہوتے ہیں جو سروں پر بستر اٹھائے اپنی محبوب بستی میں وارد ہوتے ہیں اور کاروں والے بھی ہوتے ہیں۔ مائیں سینوں سے بچے چمٹائے آتی ہیں تو بوڑھے دوسروں کا سہارا لئے آجاتے ہیں۔ خوش پوش مغربی لباس زیب تن کئے آتے ہیں تو ملکی اور علاقائی لباس میں بھی طرح دار جوان نظر آتے ہیں۔ اور اب تو ایک دو سالوں سے بلال کی برادری گھنگھریالے بالوں والے سیاہ فام بھی اس بابرکت اجتماع میں نظر آتے ہیں اور یورپ کے سفید چمڑی والے بھی شریک ہوتے ہیں۔ انڈونیشیا۔ فجی۔ ماریشس جزائر کے رہنے والے بھی آتے ہیں اور براعظم امریکہ کے ضخیم قامت نوجوان بھی اس کلراٹھی زمین میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اور اس سال تو پاکستان سے باہر کے نمائندگان کی تعداد پچھلے سالوں سے

بہت زیادہ تھی۔ ۲۴ افراد تو صرف امریکہ سے آئے۔ ۱۲ انڈونیشیا سے، ڈنمارک مشرقی افریقہ۔ مغربی افریقہ۔ انگلینڈ۔ ماریشس۔ سیلون سبھی ملکوں سے مخلصین آئے۔ احباب نے جلسہ میں ان کے اخلاص سے پُر اثر خیالات بھی سنے۔ ان دنوں ہر طرف انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آیا۔ جگہ جگہ آرائشی دروازے ان پر ایمان افروز قطعات قلوب میں عجیب اہتزاز پیدا کرتے۔ اور نہاں خانہ دماغ سے یہ شعر زبان پر آجاتا ؎

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں ؛ لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

اس سال یہ ایام کچھ زیادہ بابرکت معلوم ہوئے ایک تو اس لئے کہ دلوں میں رقت سوا رہی اور آنسوؤں کے الو ہتیوں کو ہی احکم الحاکمین کے دربار میں پذیرائی نصیب ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ ہر مشکل ہر روک کو پھلانگ کر مخلصین صاحب عزم آئے۔ وہ بارش میں بھی کھلے آسمان تلے بیٹھے رہے اور جب حضرت امام کا یہ حکم ناظر صاحب اصلاح و ارشاد نے سنایا کہ حضور نے فرمایا موسم کیسا بھی ہو پروگرام جلسہ کا جاری رہے۔ تو جو بارش کے تھمنے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ برستی بارش میں بھی جلسہ گاہ کو روانہ ہو گئے۔ میرے ایک عزیز نے سنایا پولیس کے دو افسر جن میں سے ایک وہ تھے جو پہلی بار اس جلسہ میں آئے تھے۔ دوسرے وہ تھے جنہوں نے پہلی بار یہ اجتماع دیکھا تھا چلے جا رہے تھے۔ ایک نے ساتھی سے کہا بارش بہت ہے کیا سپاہیوں کو ڈیوٹی پر کھڑا کیا جائے۔ بارش ایسی ہو رہی ہے کہ شاید جلسہ نہ ہو۔ دوسرے نے کہا ڈیوٹیوں پر سپاہیوں کو کھڑا کر دیں۔ طوفان بھی ہو تو یہ جلسہ رکے گا نہیں۔

کتنے غیر از جماعت بھائی آئے اور نیک اثرات لے کر گئے۔ مجھے ۲۸ کی شام کو ایک نوجوان نے بتلایا۔ ان کے ساتھ ایک غیر از جماعت دوست آئے۔ جب انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو دیکھا تو پوچھا یہ کون ہیں بتایا گیا کہ یہ ہمارے امام ہیں تو وہ کہنے لگا یہ تمہارے امام ہیں اور اس کی آنکھیں حضرت صاحب پر لگی رہیں۔ جب حضور نے تقریر کے دوران یہ فرمایا جنہوں نے ہم کو دکھ پہنچایا۔ ہم نے ان کو بھی سکھ پہنچانا ہے۔ تو اس کی آنکھیں چھلک گئیں۔ آخری دعا کے بعد وہ کہنے لگا یار بیعت کر کے جائیں۔

مبارک تھے وہ پروانے جو شمع ہونے پر آپہنچے اور اللہ تعالیٰ ان کو بھی برکتوں سے حصہ عطا فرمائے جو مجبوریوں کی وجہ سے نہ پہنچ سکے۔ ثواب میں تو وہ بھی عند اللہ شریک ہوں گے۔ لیکن صاحبِ ذوق تو اپنے کام و دہن کی لذت بھی چاہتا ہے۔ اور جب جلسہ کے ایام بیت گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ شعر زبان پر تھے ؎

مہماں جو کر کے الفت آئے بصد محبت ؛ دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت

پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ رخصت ؛ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

جلسہ کے بعد بعض غیر ملکی احباب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جلسہ کے بارے میں ان کے تاثرات معلوم کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امریکہ کی ایک احمدی بہن مریم صالحہ سے جو اپنے خرچ پر جلسہ میں شمولیت کے لئے آئیں۔ ان کے

خاوند نے بوجہ ان کی صحت کی کمزوری کے ایک عیسائی عورت ساتھ بھجوائی۔ جب ان کے تاثرات معلوم کئے تو اس نے کہا میں جب جا کر اس اجتماع کی تفصیل بیان کروں گی تو جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس پر کوئی یقین نہ کرے گا۔ یہ بہن واشنگٹن سے کوئی ۷۵ میل دور رہتی ہیں۔ یہ چوبیس سال سے احمدی ہیں صحت کمزور۔ لیکن فولادی عزم کی مالک۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے کہا اجتماع جس میں کھانے پینے اور رہائش کا بھی ہو میں نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ تصور کر سکتی تھی۔ اس نے ۱۹۷۰ء میں پہلی بار حضور کو لنڈن میں دیکھا تھا۔ حضور کی شخصیت سے یہ اتنی متاثر ہوئی کہ پہلی ملاقات میں حضور سے کوئی بات نہ کر سکی۔ میں نے اس سے عمداً پوچھا احمدیت اور اسلام میں کیا فرق ہے تو اس نے جواب دیا ایک ہی چیز ہے۔ ان کے خاوند ایک مشہور وکیل ہیں۔ اس بہن نے سر دوپٹہ سے ڈھانکا تھا۔ عیسائی تھیں پھر اسلام قبول کیا۔ اس نے کہا اگر احمدیت کے علاوہ مجھے کچھ اور بتاتے تو میں شاید اسلام قبول ہی نہ کرتی۔ ان کے ساتھ عورت آئی تھیں ان کا نام Sara Laishmen تھا اس نے کہا میں اگرچہ اردو زبان نہیں سمجھتی۔ لیکن جو کچھ دیکھا اس کے نتیجہ میں کہتی ہوں۔ یہ لوگ مذہب کے بارے میں سنجیدہ، قربانی کرنے والے، اچھے اخلاق کے مالک اور محبت کرنے والے ہیں۔

ماریشس کی جماعت کے سیکرٹری مقبول احمد سوکیہ سے ملا تو انہوں نے بتایا کہ میں پہلی بار ربوہ آیا ہوں۔ اس نے کہا میں نے ایسا اجتماع پہلی بار دیکھا۔ یہاں کے نظم و ضبط اور تنظیم سے میں بہت متاثر ہوا۔ ۲۴ دسمبر کو جب انہوں نے حضور سے ملاقات کی۔ تو حضور کو دیکھ کر خوشی سے ان کے آنسو بہہ پڑے۔ انہوں نے بتلایا کہ ماریشس میں روز ہل Rose Hill کے مقام پر جماعت کی ایک عظیم مسجد ہے۔ جس میں نچلی منزل میں تعلیم الاسلام احمدیہ کالج ہے اوپر مسجد کی عمارت ہے۔ ماریشس میں احمدیوں کو چھ مساجد بنانے کی توفیق ملی۔ ایک مسجد کا خرچ تو ایک عورت برداشت کرے گی۔ اس پر ایک لاکھ روپیہ خرچ آئے گا۔

اس نے بتلایا کہ افتتاحی تقریر میں جب حضور نے ہمیں کھڑا ہونے کے لئے فرمایا اور کہا کہ ان میں سے ہر ایک احمدیت اور بانیٔ احمدیت کی صداقت کا نشان ہے تو اکثر نمائندگان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ اس نے گفتگو کے آخر میں کہا ہمیں تقدیر اور تدبیر پر ایمان ہے۔ اور تبلیغ اچھے نمونہ کو چاہتی ہے۔ اس نے کہا یہاں آکر میرا دل بڑھ گیا ہے میں حضور کے پیچھے نمازیں پڑھتا ہوں۔ ایک دن مجھے اقامت کے لئے بھی توفیق ملی۔ ان کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں جو لجنہ کی سیکرٹری ہیں اس نے کہا میں نے پہلی بار حضور کو دیکھا۔ تو میری آنکھوں میں خوشی سے آنسو آگئے۔

آخر میں مجھے ایک یوگوسلاوین نوجوان کے تاثرات بیان کرنا ہے۔ ان کا خاندان ڈنمارک میں آباد ہے۔ ابھی ابھی انجینئرنگ کی تعلیم سے فارغ ہوئے ہیں۔ ان سے جب جلسہ کے بارے میں تاثرات بیان کرنے کے لئے کہا تو اس نے کہا یہ اجتماع ایک مثالی اجتماع ہے۔ جس میں متعدد ممالک کے مختلف قوموں کے لوگ تھے جو آپس میں مفاہمت نہیں کرتے۔ لیکن احمدیت

کی بدولت وہ سب اکٹھے ہو گئے تھے۔ اس نے کہا بوڑھے آدمی چادر اوڑھے زمین پر کس سکون سے بیٹھے تھے۔ اتنے بڑے اجتماع میں کئی لوگ دوسروں کو پاؤں تلے کچل دیں۔ لیکن یہاں کس سکون سے وہ چلتے اور جلسہ میں بیٹھتے تھے۔ انہوں نے حضور کے بارے میں اپنے تاثرات کا یوں اظہار کیا۔ ان کا چہرہ سورج کی مانند تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی فرشتہ آرہا ہے۔ اور کہا آپ کے چہرہ سے اسلام کی نمائندگی ہوتی ہے۔

میں نے کہا آپ اردو تو نہیں سمجھتے۔ پھر آپ اردو کی تقریر سے کیسے لطف اندوز ہوتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا لوگ کہتے ہیں یہ حضور خاتم النبیین کو نہیں مانتے۔ میں تو یہ دیکھتا تھا کہ اتنے پیار سے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ آپ کی آواز بھرا جاتی تھی۔ اور قرآن کو اس سوز سے پڑھتے تھے کہ سننے والے کی یہ غلط فہمی اسی سے دور ہو جانی چاہیئے۔

میں نے کہا آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں مسٹر عزت نے جواب دیا اگر میں مصنف ہوتا تو میں اس پر کتاب لکھتا۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے اسلام اپنے آغاز کی طرف لوٹا ہے۔ مسٹر عزت سے گفتگو کے بعد باہر آیا تو مجھے اس نوجوان کے اخلاص اور جوش پر رشک آتا تھا اور مجھے تصدیق ہوگئی کہ باہر کے لوگ ہم سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے مسلم مسلم کا آئینہ ہوتا ہے۔ کیا خوب ہو کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر سکیں۔

(۲)

ہوتی آئی ہے ....

ترجمان القرآن ماہ اکتوبر میں محسن امت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مضمون نگار "آخری ابتلاء" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے :-

"اسی طرح ایک آزمائش کا سامنا اپنے وطن بخارا میں کرنا پڑا۔ جو آخر کار آپ کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ خالد ذہلی حاکم بخارا نے آپ سے یہ خواہش کی کہ آپ اس کے لڑکوں کو گھر جا کر پڑھائیں یا کم از کم اپنے ہاں انہیں الگ وقت دیں۔ امام صاحب نے یہ مطالبہ منظور نہ کیا اور فرمایا دوسرے شاگردوں کی صف میں آکر بیٹھیں اور تحصیل علم کریں۔ چنانچہ آپ کے خلاف الزام عائد کیا گیا کہ آپ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں اور آپ کو بخارا چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا۔ بخارا سے آپ بیکند پہنچے۔ مگر وہاں بھی قرار نہ مل سکا۔ عجیب بات ہے کہ اس دار فنا میں جن لوگوں کو اقتدار نصیب ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا دلاعتیادی کا ڈنکہ بجاتے اور خدا کے نیک بندوں کو ناحق ستاتے ہیں۔ آخرت میں تو جو ہوگا سو ہوگا۔ لیکن آج دنیا میں بھی اہل دنیا دیکھ لیں اور

عبرت حاصل کریں کہ امام بخاری کا نام تو چاردانگ عالم میں زبان زدخلائق ہے۔ لیکن اس عالم بخارا کو کوئی جانتا تک نہیں۔ اور جن شائقین علم کو امام بخاری کی ذات اور حالات سے دلچسپی ہے صرف وہی اس حاکم کا ذکر کرتے اور اس پر نفرین بھیجتے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ آخر کار آپ ایک قریبی بستی خرتنگ کے لئے روانہ ہوئے جو سمرقند کے قریب تھی اور جہاں آپ کے رشتہ دار تھے وہاں آپ نے رات تہجد کی نماز پڑھی اور دعا مانگی۔

”اے میرے اللہ تیری زمین اپنی فراخی کے باوجود میرے لئے تنگ ہوگئی ہے تو مجھے اپنے ہاں کشادگی عطا فرما۔“

یہ دعا قبول ہوئی اور ۲۵۶ھ میں رمضان کے روزے پورے ہونے پر عید الفطر کی رات ۶۲ برس کی گردش لیل ونہار کے بعد آسمان علم کا یہ آفتاب اہل دنیا کی نگاہوں سے غروب ہوگیا۔

اور نوائے وقت ۲۲ دسمبر ۱۹۷۵ء کے صفحہ ۳ سے زیر عنوان مضمون ”مسلمانوں کا زوال معاشی بدحالی کا واحد سبب نہیں“ کے چند فقرات ملاحظہ ہوں۔

”قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں حق و باطل کی کشمکش شروع ہی سے ایک جیسی رہی ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر جو اعتراض اہل مکہ کرتے تھے۔ وہی اعتراضات حضرت نوح پر بھی کئے گئے تھے۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہی پرانے اعتراضات دہرائے جاتے ہیں۔ دولت اور خوشحالی کو عاد اور ثمود بھی بڑی چیز سمجھتے تھے۔ اور اسے اپنی کامیابی اور فلاح کا سامان قرار دیتے تھے۔ اور آج بھی یہی حالت ہے۔ خدا کی طرف بلانے والوں کا جو حشر اس وقت ہوتا تھا آج بھی وہی ہے۔ صرف سٹیج بدلا ہے کردار نہیں بدلے ؎

اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات ومنات“

(۳)

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

اس عنوان کے تحت آپ ایک مختصر نوٹ اس شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ کربلا کی زمین پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اللہ والوں کی بڑی بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں اور مقربان بارگاہ الٰہی ان مصائب کو کمال صبر، حوصلہ اور ہمت سے برداشت کرتے ہیں۔ وہ خدا کی خاطر اپنا اہل وعیال، گھربار سب کچھ لٹا کر سرخرو ہو جاتے ہیں اور واقعہ کربلا یہ بتاتا ہے کہ مرتا یزید ہے اور زندہ رہتی ہے حسینیت۔

(۴)

جوانوں کے جوان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز انصار کو جوانوں کے جوان کہا کرتے تھے اور اس میں کیا شک ہے کہ مومن جوان ہمت ہی رہتا ہے۔ بڑھاپا جسے کمزوری کی علامت سمجھا جاتا ہے وہ مومن پر نہیں آتا۔ حدیث میں آتا ہے المومن یموت بعرق جبین کہ مومن پیشانی کے پسینہ سے مرتا ہے۔ اس کے کئی معنے ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ بارگاہ احدیت میں پیشی کا اسے سخت احساس ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسے کسی عمل پر ناز نہیں ہوتا بلکہ اس کی پیشانی ندامت کے پسینہ سے تر ہوتی ہے۔ اور تیسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مومن کبھی بے عمل نہیں ہوتا وہ آخری لمحہ تک آمادہ عمل رہتا ہے۔ پس انصار بزرگو کل تک اگر آپ خدام میں تھے تو چالیس سن کا سورج غروب ہوتے ہی آپ بوڑھے کیسے ہو گئے۔ اٹھئے امام جماعت آپ سے کچھ توقعات رکھتے ہیں۔ اپنے تجربہ، علم، دانش سے جوانوں کی راہ نمائی کیجئے۔ سفر میں راہگذر ستاتا تو ہے ٹھہر نہیں جاتا اور اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

(۵)

گردوں نے گھڑی عمر کی ....

کیا خوب کسی نے کہا ہے۔ غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی ÷ گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

وقت اور ماہ و سال کے گزرنے پر لوگ خوشیاں مناتے ہیں۔ لیکن اس شعر میں شاعر تصویر کا ایک دوسرا رخ پیش کرتا ہے اور وہ ہے محاسبہ نفس گھڑیال کا بجنا انسان کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ عمر عزیز کا ایک اور گھنٹہ کم ہو گیا اور اس مفہوم کو ایک عرب شاعر یوں بیان کرتا ہے

یُبَشِّرُنِی الھلالُ بِنَقْصِ عُمْرِی ÷ وَاَفْرَحُ کُلَّمَا حَلَّ الہلالُ

کہ نیا چاند تو مجھے یہ خبر دیتا ہے کہ تیری عمر کا ایک اور چاند یعنی مہینہ کم ہوا اور میں کتنا عجیب ہوں کہ چاند کے طلوع ہونے پر خوش ہوتا ہوں

یکم جنوری کی صبح نے ہمیں یہ بتلایا کہ ہماری عمر عزیز کا ایک اور سال کم ہوا ہم اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ وقت تیز رفتار گاڑی کی مانند رواں دواں ہے۔ ہمیں محاسبہ کرنا چاہیئے کہ گزشتہ سال ہم نے کیا حاصل کیا۔ کیا کھویا۔ حدیث شریف میں آیا ہے حَاسِبُوا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا اپنا محاسبہ خود کر دو پیشتر اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے وتزینوا للعرض کہ خدا کی پیشی سے پہلے اپنے اعمال کے خد و خال سنوار لو۔ زندہ قومیں وقت کی قدر و قیمت پہچانتی ہیں وہ وقت ضائع نہیں کرتیں۔ گیا وقت کبھی ہاتھ نہیں آتا۔ اس کے گزرنے کے بعد پھر کف افسوس ملنے کا کیا فائدہ ہمارے ملک کو آزاد ہوئے قریباً ۲۸ سال ہو گئے۔ اس عرصہ میں ہمارا ایک ہمسایہ ملک چین کہاں پہنچ گیا۔ تاریخ امم میں یہ کوئی انہونی بات نہیں۔ اسلام کا انقلاب دیکھئے گنتی کے چند سالوں میں وہ کہاں پہنچ گیا تھا۔ پس آیئے نئے سال پر نئے عزم نئے دلولہ اور نئے جوش آمادہ عمل ہو جائیں۔ پچھلے سال کا محاسبہ کریں اور خدا سے اخلاص، استقامت، ہمت طلب کر کے نئے سال کا استقبال نئے جوش اور مسلسل عمل سے کریں۔ پروگرام آپ کے امام نے آپ کو ... [illegible] ... یقیناً وقت کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ خدا کی تقدیر اور اس کے فیصلے زمین و آسمان کے تمام ذرات کو [illegible] حرکت میں لاتی ہیں۔

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ

جب مصعبؓ کو دیکھ کر حضورؐ آبدیدہ ہوگئے

ثنی من سَمِعَ علیّ بن ابی طالبٍ یقول اِنّا لجلوسٌ مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المسجد اذ طلع علینا مصعب بن عمیر ما علیہ الاّ بُردۃٌ لہ مرقوعۃ بفروٍ فلما رآہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بکی للّذی کان فیہ من النعمۃ والّذی ھو فیہ الیوم ثم قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کیف بکم اذا غدا احدکم فی حلّۃ وراح فی حلّۃ ووضعت بین یدیہ صحفۃ ورفعت اخری وسترتم بیوتکم کما تُستر الکعبۃ قالوا یا رسول اللّٰہ نحن یومئذٍ خیرٌ منّا الیوم نتفرّغ للعبادۃ ونکفی المؤنۃ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لا انتم الیوم خیرٌ منکم یومئذٍ۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ مصعبؓ بن عمیر آئے اور ان کے جسم پر صرف ایک دھاری دار چادر تھی جس پر جانور کی کھال کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مصعبؓ کو اس حالت میں دیکھا مصعبؓ کی آزد نعمت والی زندگی کا اور اس حالت کا تقابل سامنے آیا تو حضور رو پڑے اور فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم صبح ایک جوڑا پہنو گے اور شام کو دوسرا اور ایک پلیٹ تمہارے سامنے رکھی جائے گی اور دوسری اٹھائی جائے گی۔ یعنی مختلف قسم کے کھانے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد تمہارے سامنے رکھے جائیں گے اور تمہارے گھر پردوں میں یوں لپٹے ہوں گے جیسے خانہ کعبہ لپٹا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ہم اس دن آج کے دن سے بہتر ہوں گے کہ عبادت کے لئے ہمیں فراغت ہوگی اور تکالیف کم ہوں گی۔ کھانا آرام سے مل جائے گا (اس وقت صحابہ کرام مزدوری کرکے پیٹ پالتے تھے۔) رسول خدا نے فرمایا نہیں تم آج اس وقت سے بہتر ہو آسائش اور تکالیف کے دور افراد اور قوموں پر آتے رہتے ہیں اصل چیز یہ ہوتی ہے کہ قوم یا فرد اپنے مطمح نظر اور مقصد حیات

[illegible]

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

خدا داری چہ غم داری

مصائب کفارہ ہوتے ہیں ـــ

"مصائب گناہ کا کفارہ ہوتے ہیں۔ کرب اور گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں ؎
خدا داری چہ غم داری ۔ خدا تعالےٰ پر پورا ایمان اور بھروسہ ہو تو پھر انسان کو تنور میں ڈال دیا جائے اسے کوئی غم نہیں ہوتا۔ تکالیف کا بھی ایک وقت ہوتا ہے اس کے بعد پھر راحت ہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم صـ۳۴)

مومن قوی دل ہوتا ہے ـــ

"مومن قوی دل ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا بھروسہ خدا تعالےٰ پر ہوتا ہے اس پر اگر مصائب آئیں تو وہ اسکو پست ہمت نہیں بنائیں بلکہ وہ مصائب میں اور بھی قدم آگے بڑھاتا ہے اور اس کا ایمان پہلے سے اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور سچ پوچھو تو ایمان کا مزہ اور لذت انہیں دنوں میں آتی ہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم صـ۳۴۳،۳۴۴)

حصولِ استقامت کا ذریعہ ـــ

"دل کی استقامت کے لئے بہت استغفار پڑھتے رہیں۔"
(ملفوظات جلد نہم صـ۲۳۶)

"درود شریف... حصولِ استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

لَاشَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى

(بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔)

عشاقِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم چودہ سو سال سے محبوبِ خدا کی تعریف و توصیف کرتے رہے۔ لیکن پھر بھی قلم کو اعتراف ہے کہ تعریف کا حق ادا نہیں ہوا۔ عقل و فکر ماتم کناں ہیں کہ زبان دل کی پوری ترجمانی نہیں کر سکی۔ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں لکھا۔ اپنے عشق کا اظہار آپ نے بھی کیا۔ اور لکھا مجھے جو کچھ بھی ملا۔ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ملا۔ آپ کے عشق میں فنا ہونے سے ملا۔ سنیئے آپ فرماتے ہیں:

لَاشَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى — رَيْقُ الْكِرَامِ وَنُخْبَةُ الْاَعْيَانِ
بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم خیر الورٰی ہیں۔ — وہ برگزیدہ کرام اور چیدہ اعیان ہیں۔

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ — وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ
اللہ کی قسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے وزیر ہیں۔ — اب آپ کے ذریعہ ہی دربار سلطانی میں رسائی ہو سکتی ہے۔

حضور کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ — خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانِ
ہر قسم کی فضیلت کی صفتیں آپ میں کامل ہیں۔ — اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ کی ذات پر ختم ہیں۔

هُوَ فَخْرُ كُلِّ مُطَهَّرٍ وَّمُقَدَّسٍ — وَبِهٖ يُبَاهِي الْعَسْكَرُ الرُّوْحَانِيْ
آپ ہر مطہر اور مقدس کا فخر ہیں۔ — اور روحانی لشکر کو آپ ہی کے وجود پر ناز ہے۔

وَجْهُ الْمُهَيْمِنِ ظَاهِرٌ فِيْ وَجْهِهٖ — وَشُئُوْنُهٗ لَمَعَتْ بِهٰذَا الشَّانِ
محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے اور اسکی شان میں خدا کی شان نمایاں ہے۔

فَاقَ الْوَرٰى بِكَمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ — وَجَلَالِهٖ وَجَنَانِهِ الرَّيَّانِ
اپنے کمال اور جمال اور جلال اور تازہ دل کے سبب سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں۔

هُوَ خَيْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُتَقَدِّمٍ — وَالْفَضْلُ بِالْخَيْرَاتِ لَا بِزَمَانِ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہر پہلے مقرب بارگاہِ الٰہی سے افضل ہیں کیونکہ فضیلت بھلے کاموں کے سبب ہوتی ہے نہ کہ زمانے کے سبب

اَلْفَيْتُهٗ بَحْرَ الْحَقَائِقِ وَالْهُدٰى — وَرَأَيْتُهٗ كَالدُّرِّ فِي اللَّمَعَانِ
میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حقائق اور ہدایت کا سمندر پایا۔ اور آب و تاب میں آپ کو میں نے موتی کی طرح پایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام

دل نمے گیرد تسلی جز خدا

(خدا کے بغیر انسان کا دل تسلی نہیں پاتا)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

دل نمے گیرد تسلی جز خدا — ایں چنیں افتاد فطرت زابتدا
خدا کے بغیر انسان کا دل تسلی نہیں پاتا — ابتدا سے آدمی کی یہی فطرت ہے۔

مذہبی تاریخ شاہد ناطق ہے کہ انسان نے جب خدا تعالیٰ کے دامن کو چھوڑا وہ خود ہی پریشان نہیں ہوا اس نے دنیا کو بھی انتشار میں مبتلا کر دیا۔ وہی دور پرسکون تھا جس میں خدا والے موجود تھے جس میں خدا کی طرف بلانے والے تھے۔ جن لوگوں نے خدا سے راہنمائی حاصل کی، ان کے اخلاق خدا کی صفات کا مظہر اور پرتو بنے، وہ دنیا کے لئے مادر مہربان سے بھی زیادہ شفیق تھے۔ یہ دنیا تو دار الجزا اور دار المحن ہے، یہاں تو امتحان اور آزمائشیں ہیں جس نے دنیا کو اپنا مقصود بنایا وہ دنیا کے سپرد کیا گیا۔ خدا سے لو لگانے والے دنیا کی ملامتوں کی پرواہ نہیں کرتے، وہ دنیا کو تین طلاقیں دے چکے ہوتے ہیں ان کی خواہش بجز خدا کے کوئی نہیں ہوتی وہ اسی کے خیال میں مگن ہوتے ہیں۔ ان کی تو کیفیت یہ ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

نے ز سر ہوش نے ز پا خبرے — در سر دلستاں بخاک سرے
انہیں اپنے سر پیر کا ہوش نہیں — معشوق کے خیال میں سر پر خاک رکھے ہوئے ہیں
عاشق آں باشد کہ او گم از خود است — در طریق عشق خود بینی بد است

عاشق وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو بھول جائے، طریق عشق میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنا نہایت برا ہے۔ دل صرف خدا کی یاد سے تسلی پاتا ہے۔ بجز اس کے سب جھوٹ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لبید شاعر کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ — وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

سنو! بجز خدا کے سب جھوٹ ہے سب ٹوٹنے والا ہے۔ اور ہر نعمت ایک نہ ایک دن جاتی رہے گی ختم ہو جائیگی
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ۔ بجز خدا کی ذات کے ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ دنیا کی پریشانیوں، پریشان فکری کا ایک ہی حل ہے۔ اور وہ ہے خدا کی ذات سے وابستگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ہر چہ غیر خدا بخاطر تست — آں بت تست اے بایماں سست
خدا کے سوا جو بھی تیرے دل میں ہے — اے کمزور ایمان والے وہی تو تیرا بت ہے۔

عہدیداران مجلس عاملہ انصار اللہ بابت سنہ ۱۳۵۵ہش / ۱۹۷۶ء

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ نے مندرجہ ذیل احباب کو سال سنہ ۱۳۵۵ہش / ۱۹۷۶ء کے لئے مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ کے ممبران مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور بیش از بیش خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین

اراکین خصوصی :- (۱) محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
(۲) " شیخ محمد احمد صاحب لائل پور
(۳) " مرزا عبد الحق صاحب سرگودھا
(۴) " مولانا عبد المالک خان صاحب

نائب صدر — محترم شیخ مبارک احمد صاحب
نائب صدر صف دوم — " غلام باری صاحب سیف
قائد عمومی — " نسیم سیفی صاحب
" تربیت — " مولانا ابو العطاء صاحب
" ایثار — " مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم
" اصلاح و ارشاد — " شیخ مبارک احمد صاحب
" ذہانت و صحت جسمانی — " صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب
" مال — " سمیع اللہ صاحب سیال
" تعلیم — " پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب
" تجنید — " مسعود احمد خان صاحب دہلوی
" وقف جدید — " پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب
" تحریک جدید —
" مجالس بیرون — " مولوی عبد القادر صاحب ضیغم
" قلم دوستی — " "
" اشاعت و ایڈیٹر انصار اللہ " مولانا غلام باری صاحب سیف
" آڈیٹر " صوفی غلام محمد صاحب

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام سے شفقت

آں ترحّما کہ خلق از وے بدید ؎ کس ندیدہ در جہاں از مادرے

صحابہؓ سے شفقت و محبّت۔

لوگ کہتے ہیں کہ فلاں ایک مقناطیسی شخصیت ہے۔ لوگ ہیں کہ اس کی طرف کھچے چلے آتے ہیں اور یہ مقناطیسی محبّت ہے حسن سلوک ہے۔ بے شک ایک ظاہری حسن وجمال ہوتا ہے۔ لیکن جو تاثیر محبت میں ہے وہ کسی دوسری چیز میں نہیں محبّت کا تیر دل کے پار ہو کر رہتا ہے۔ محبت بیگانوں کو اپنا لیتی ہے۔ محبت دشمن کو دوست بنا دیتی ہے۔ خدا کا رسول محمّد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تو رحمت مجسم تھے۔ خود خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کی وجہ سے آپؐ نرم دل اور نرم خو ہوئے۔ اور اس کی وجہ سے لوگ آپ کے گرد پروانوں کی طرح اکٹھے ہو گئے۔ آپ کی رحمتوں کو محسوس کرنے والی ایک ہستی نے کہا کہ مخلوق نے جو شفقت اور رحمت آپ کی دیکھی وہ کسی ماں سے بھی نہیں پائی۔ ماں کی مامتا مشہور ہے۔ ماں بچے کی تکلیف برداشت نہیں کرتی وہ بچے سے بے اختیار اور دیوانہ وار پیار کرتی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تعلق آپ کے صحابہ سے یہی تھا۔ آپ صحابہ کے لئے شفیق ماں کی طرح تھے۔ اس شفقت کو محسوس کرنے والے ایک عاشقِ صادق نے آپؐ کے اس وصف کو یوں بیان کیا ہے ؎

آں ترحّما کہ خلق از وے بدید ؎ کس ندیدہ درجہاں از مادرے

ایک بار آپؐ کے ایک ساتھی سعدؓ بن عبادہ بیمار پڑ گئے۔ حضورؐ ان کے گھر عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کی تکلیف دیکھ کر آپ آب دیدہ ہو گئے۔ آپؐ کو روتے دیکھا تو صحابہ کی بھی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔

زاہر سے محبّت کا انداز۔

ایک بار آپؐ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ کا ایک غریب صحابی زاہر مزدوری کر رہا تھا پسینہ سے تر اور حضورؐ نے دبے پاؤں جا کر پیچھے سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس غریب نے کس نے سوچا مجھ سے کون پیار کر سکتا ہے۔ پھر خیال آیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں۔ اب جب اس نے یہ دیکھا کہ آقا ایک خادم سے پیار کر رہا ہے تو لگے یہ بھی اپنا جسم حضورؐ سے ملنے۔ کر جہائے تو مارا کر دگستاخ والا معاملہ ہوا کہ مہربان کی مہربانیاں شوخی کی جرأت کا

باعث نہیں۔ اب جب ناز و نیاز ہونے لگے تو حضورؐ نے فرمایا بھئی! میرا ایک غلام ہے بیچنا چاہتا ہوں۔ کوئی خریدار ہے۔ زاہر کو اب اپنی حیثیت کا احساس ہوا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! میرا خریدار کون ہو سکتا ہے۔ اسے اپنی بے بضاعتی کا خیال آیا۔ تو میرے آقا نے فرمایا۔ زاہر یہ تو نے کیا کہا۔ تمہارا خریدار خود عرش کا خدا ہے۔ بتاؤ جو پیار کی کیفیت اس واقعہ میں نظر آتی ہے۔ وہ وہی ہے کہ نہیں جو ماں اپنے بچے سے کرتی ہے۔

انسان دوست۔

حضورؐ کی شفقت ہر طبقہ سے تھی۔ وہ حقیقی معنوں میں انسان دوست تھے۔ وہ انسانیت کا احترام کرنے والے تھے اور انسان بچہ بھی ہے غلام بھی ہے۔ دشمن بھی انسان ہے۔ مظلوم و مقہور بھی تو انسان ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عرب اپنی بچیوں کو عار اور جھوٹی عزت کے احساس سے زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ایک بار ایک عرب کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر بچی پیدا ہوئی۔ ماں نے اس کی پرورش کی اور جب خاوند کے آنے کا وقت ہوا تو اس سے ظاہر نہ کیا۔ چھپا کر اس کی پرورش کرتی رہی۔ جب بچی بڑی ہو گئی تو اس خیال سے کہ اب تو اسے دیکھ کر باپ کا دل پسیجے گا باپ کے سامنے لائی کہ یہ آپ کی بچی ہے۔ باپ نے اپنی بچی کو دیکھا۔ دل میں ارادہ باندھا۔ جنگل میں باہر جا کر ایک جگہ گہرا گڑھا کھود آیا۔ کسی بہانے ایک دن بچی کو باہر لے گیا۔ گڑھے کے کنارے کھڑا کر کے کہا یہ دیکھ بیٹی کیا ہے۔ پھر اسے گڑھے میں دھکا دے دیا۔ اور اوپر مٹی ڈالنے لگا۔ بچی چلاتی رہی۔ ابا ہائے ابا۔ یہ کیا کر رہے ہیں اور ظالم نے مٹی ڈال کر اس معصوم آواز کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ جب مسلمان ہوا تو یہ واقعہ حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور آپؐ اتنے روئے کہ دامن تر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا ظالم تو نے کس طرح یہ فعل کیا جبکہ وہ تجھے پکارتی رہی ہائے ابا کیا کر رہے ہیں۔ اب دیکھئے باپ کا سخت دل نہیں پسیجتا۔ حضورؐ مدت کے بعد واقعہ سنتے ہیں اور ایک رحم دل ماں کی طرح آب دیدہ ہو جاتے ہیں۔ اس بچی کے زندہ درگور ہونے پر وہ روئی ہو گی جس نے بچی جنی یا میرا رحیم و کریم آقا۔

درویشان مسجد نبوی سے محبت۔

مدینہ میں کچھ ایسے بھی مسلمان تھے جن کی کسی سے قرابت داری نہ تھی۔ غریب اور بے کس لوگ مسجد نبوی میں ہی رہتے لوگ کھجوروں کے خوشے لا کر لٹکا دیتے جو پک کر گرتیں۔ یہ کھا لیتے۔ یہ لوگ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ درویش قسم کے لوگ تھے۔ ایک دن حضورؐ کے ایک مشہور صحابی ابوہریرہؓ کو جو بھوک نے تنگ کیا تو مسجد کی راہ میں کھڑے ہو گئے۔ ابوبکرؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو ان سے آیت کے معنے پوچھے کہ جس میں غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلانے کی تاکید تھی۔ حضرت ابوبکرؓ

سے معنے بتلائے اور چل دیئے۔ لیکن ابوہریرہؓ کا مسئلہ حل نہ ہوا کہ وہ تو اس آیت کی عملی تفسیر چاہتے تھے۔ پھر عمرؓ گزرے ان سے ابوہریرہؓ نے معنے پوچھے وہ بھی ابوہریرہؓ کا منشا نہ سمجھے معنی بتلائے اور چلے گئے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کے آقا اس کے محبوب اس کے دوست (ابوہریرہؓ حضورؐ کے متعلق میرا دوست کے لفظ بھی استعمال کرتے تھے۔) کا گزر ہوا۔ صاحب بصیرت آقا نے دیکھتے ہی کہا ابوہریرہ بھوک نے ستایا ہے۔ عرض کی ہاں حضور۔ فرمایا آؤ میرے ساتھ اور ابوہریرہؓ کو ساتھ لے کر گھر کی جانب چل دیئے۔ راستہ میں کسی نے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ فرمایا ابوہریرہ جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں مجھے خیال آیا میں تو رہا بھوکے کا بھوکا وہ آ گئے تو پیالے میں سے مجھے کیا ملے گا۔ لیکن حضورؐ کا حکم تھا مرتا کیا نہ کرتا۔ ان کو بلا لایا۔ اب مجھے خیال آیا۔ حضورؐ پہلے مجھے پینے کا ارشاد فرمائیں گے۔ اور میں پیٹ بھر لوں گا۔ لیکن آپؐ نے فرمایا ابوہریرہ ان کو پیالہ دو یہ پئیں۔ اور حضورؐ ایک کے بعد دوسرے کو پیالہ دینے کا ارشاد فرماتے۔ اور میں دل ہی دل میں کڑھتا کہ مجھے کیا ملے گا۔ جب سب پی چکے تو حضورؐ نے پیالہ اپنے ہاتھ پر رکھا۔ اور شفیق آقا نے فرمایا۔ ابوہریرہ لو تم پیو۔ میں نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ اور پیالہ منہ سے ہٹا لیا۔ آپؐ نے فرمایا ابوہریرہؓ اور پیو۔ میں نے تعمیل ارشاد میں پھر پیا۔ پھر ارشاد فرمایا اور پیو۔ میں نے اور دودھ پیا اور خوب سیر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا ابوہریرہ اور پیو۔ میں نے عرض کی حضورؐ اب تو دودھ میرے ناخنوں سے بہنے والا ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے اس پیالہ سے خود دودھ نوش فرمایا۔

عزیزو! دیکھو اس واقعہ میں پیار کا جو انداز ہے۔ وہ وہی ہے کہ نہیں جو ماں بیٹے سے کرتی ہے۔ کہاں یمن کے دوس قبیلہ کا ابوہریرہ اور مسجد میں فروکش درویش جن کا کوئی بھی مدینہ میں رشتہ دار نہیں۔ لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک اور شفقت ایسی جیسے وہی تھی جو ماں باپ اپنی اولاد سے روا رکھتا ہے۔

امت سے محبت۔

ایک بار حضورؐ نے عید کے موقعہ پر جانور کی قربانی دی۔ پھر ایک جانور کی گردن پر چھری رکھی اور فرمایا یہ میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے۔ یقیناً آج ہر باپ بھی یہ جذبہ اپنی اولاد کے لئے نہیں رکھتا۔

ایک دن حضورؐ گھر پر تشریف فرما تھے۔ جریرؓ بن عبداللہ بجلی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حجرہ نبوی مشتاقان دیدار سے بھرا ہوا تھا۔ جریرؓ کمرہ سے باہر ہی بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے دیکھا تو اپنی چادر ان کی طرف پھینک دی کہ اس پر بیٹھ جائیں۔ جریرؓ نے چادر منہ پر رکھ لی اور چادر چومنے اور رونے لگ گئے اور عرض کی حضورؐ میں آپؐ کی ردا مبارک پر کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ آپؐ نے میری عزت افزائی کی اللہ آپؐ کی عزت بڑھائے۔

السّامری

(مکرم و محترم جناب شیخ عبد القادر صاحب لاہور)

(یہ مقالہ جامعہ احمدیہ کی الجمعیۃ العلمیہ میں پڑھا گیا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جن متضاد عناصر سے واسطہ تھا ان میں فرعون ہامان اور قارون سر فہرست ہیں فرعون مصر کے سیاہ و سپید کا مالک تھا. گویا سیاسی ہیڈ تھا. ہامان مذہبی اور قارون دولت کے انبار لگانے والا۔ یوں استحصالی قوتیں مجتمع ہو گئیں۔ قرآن کریم دنیا میں وہ منفرد کتاب ہے جس نے ان تینوں دشمنِ حق استحصالی طاقتوں کا ذکر یکجائی طور پر کیا ہے۔ مستشرقین معترض ہیں کہ ہامان کا کوئی وجود نہیں۔ لیکن آج مصر کے آثار سے اس کا مجسمہ برآمد ہو چکا ہے۔ مصر کے اُسقفِ اعظم کو ہامان کہتے تھے۔ مصر قدیم میں ھمٰ بڑے کاہن کو کہتے جو کہ کلیسائے آمون کا محافظ تھا۔ فرعون کی تاج پوشی "ھم آمون" یعنی ہامان کے ذمہ تھی۔ اس خطاب کے معنی ہیں۔ "آمون دیوتا کا کاہن اعظم" مصر کے آثار سے قارون کی شخصیت ابھی نمایاں نہیں ہوئی۔ مصر میں قارُو کی معادن الذہب ضرب المثل تھیں۔ ان کانوں سے سونا نکالنے کے لئے غلام قوموں سے جبریہ بیگار لی جاتی ہے۔ قارون ایک خطاب ہے جس کے معنی ہیں" سرزمین قارو کا نور" ہون کے معنے قدیم مصری زبان میں ستون یا نور کے ہیں۔ قارون کے پاس وہ علمِ خاص تھا (جسے قرآن شریف نے علمٌ عندی کے الفاظ میں بیان کیا ہے) جس کی مدد سے وہ سونا نکالتا تھا وہ گویا معدنیات کا سپیشلسٹ تھا۔ اسُ کی فنِ مہارت کا کرشمہ تھا کہ قارُو کی معادن سونا اگلنا شروع کر دیتیں۔ مصر کے کتبات میں قارُو کی کانوں اور وہاں سے غلاموں کے ذریعہ کسی افسرِ اعلیٰ کی نگرانی میں سونا نکلوانے کا تحریہ ذکر ہے۔ اس پُر صعوبت جہم میں ہر ظلم روا رکھا جاتا۔ قارون اسی فن کی بدولت فرعون کے خزائن کا مدار المہام تھا۔

قرآن حکیم نے بتایا کہ فرعون غرق ہو گیا۔ قارون قوم موسیٰ سے تھا اسے زمین نگل گئی، شدید زلزلے میں زمین کھل گئی اور قارون اور اس کا گھر اس میں سما گیا اسقف اعظم ہامان بھی تباہ و برباد ہوا اس طرح کفر کی تثلیث ٹوٹ گئی۔

(۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر جب کوہ طور کے علاقہ میں پہنچے اور پہاڑ پر بلائے گئے تو ان کی غیر حاضری میں کلیم اللہ کی امت میں سے ایک منافق ابھرا اور اس نے قوم کو عجل پرستی کی دعوت دی۔ اس کا

نام قرآن حکیم نے سامری بتایا ہے۔ دنیا کی کسی تاریخ میں ہمیں اس شخص کا ذکر نہیں ملتا۔ بائیبل میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے مستشرقین کا یہ اعتراض ہے کہ اگر سامری نام کی کوئی شخصیت تھی تو اساطیرِ بنی اسرائیل میں اس کا ذکر ہوتا۔ تورات، طالمود اور دوسرے اسرائیلی لٹریچر میں سامری کا کوئی بیان نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہامان کی طرح سامری بھی ایک افسانہ ہے

آج بائیبل کے بین السطور اور تاریخی آثار سے ثابت ہوا ہے کہ سامری ایک جیتی جاگتی شخصیت تھی۔ بائیبل نے اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ تورات میں عجل پرستی کا الزام حضرت ہارون علیہ السلام پر لگایا گیا۔ اس طرح اصل مجرم پر پردہ ڈال دیا گیا۔ تورات میں حضرت ہارونؑ کو ملوث کرنے کے لئے جو تحریف ہوئی ہے وہ بے نقاب ہو چکی ہے۔ نظم میں تغیر و تبدل نسبتاً مشکل ہے۔ زبور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام اس الزام سے بری ہیں۔ یہ فعل تبیح کسی منفی کا شیطانی کرشمہ تھا۔ (زبور $\frac{106}{19}$)

بائیبل کے صحیفہ نحمیاہ سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام اس الزام سے بری ہیں۔ یہ فعل ایک سردار کا معلوم ہوتا ہے جسے بنی اسرائیل نے حضرت موسےٰ اور ہارون علیہ السلام کے مقابل پر لا کھڑا کیا۔ (نحمیاہ $\frac{9}{18}$) تورات میں ہے کہ

"بنی اسرائیل نے ایک دوسرے سے کہا کہ آؤ ہم اپنا سردار مقرر کریں اور مصر کو لوٹ چلیں۔" (گنتی $\frac{14}{4}$)

صحیفہ نحمیاہ میں ہے کہ انہوں نے ایک سردار مقرر بھی کر لیا اور اس کے بعد بچھڑا بنایا۔ صاف ظاہر ہے کہ بچھڑا بنانے کا منصوبہ اسی سردار کی کرتوت ہے۔

(۱۳)

تورات میں بنی اسرائیل کی سب سے بڑی بغاوت کا ذکر ہے۔ اسے بنی اسرائیل کے سردار قورح اور دوسرے اڑھائی سو سربرآوردہ لوگوں کی بغاوت اور انقلاب سے موسوم کیا گیا۔ ان باغیوں کو اولاً یہ سزا دی گئی کہ ان کے قریب نہیں جانا۔ ان کو چھونا بھی نہیں۔ ان کے خیموں کے نزدیک بھی نہیں پھٹکنا۔ مکمل سوشل بائیکاٹ کا حکم دیا گیا۔ پھر لکھا ہے کہ اس رسوائی کے بعد وہ خدا تعالےٰ کے غضب کا شکار ہو گئے۔ (گنتی ۱۹ باب)

قرآن حکیم میں بچھڑا بنانے والوں کے متعلق ہے۔

سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اعراف ۱۵۳)

کہ وہ غضبِ خدا اور ذلتِ حیاتِ دنیوی کے مورد ہو گئے۔ ان کے سردار کے متعلق فرمایا کہ اسے اولاً لَا مِسَاسَ کی سزا دی گئی۔ اور ایک دوسری سزا بھی اس کے لئے مقدر تھی (طٰہٰ ۹۷) تورات کا مذکورہ باب پڑھ لیں ان دونوں

سزاؤں کا ذکر ہے۔ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ کے معنے ہیں کہ تو کہتا رہ کہ میں نے کسی کو نہیں چھونا اور کوئی مجھے نہ چھوئے (کیونکہ میں روحانی لحاظ سے کوڑھی بن چکا ہوں)

تورات میں قورح کی بغاوت کے باب میں لکھا ہے۔

"تب موسیٰ نے جماعت سے خطاب کر کے کہا کہ ان باغی آدمیوں کے خیمہ سے دُور ہٹ جاؤ۔ اور ان کی کسی چیز کو مت چھوؤ تاکہ ان کے تمام گناہوں میں تم بھی پھنس نہ جاؤ" (گنتی ۱۶/۲۶)

قرآن حکیم نے ایک زائد بات یہ بتائی ہے کہ ان کے سردار کو لا مساس کا حکم تھا کہ وہ خود ہی پکارتا ہے کہ مجھے چھونا نہیں موسیٰ نے مجھے گندہ قرار دے دیا ہے۔

اس باغی گروہ کے انجام کے متعلق لکھا ہے:

"خداوند کے حضور سے غضب نکلا اور وبا شروع ہوئی" (گنتی ۱۶/۴۶)

صاف ظاہر ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن حکیم میں ہے کہ دنیوی ذلت کے علاوہ وہ خداوند کے غضب کا مورد ہوئے۔ علماء بائیبل اب تسلیم کرتے ہیں کہ قورح کی بغاوت کا مقام کوئی اور تھا لیکن جوڑ دیا گیا اس کہانی کو گنتی ۱۶ باب میں۔ اس باب میں دو الگ الگ بغاوتوں کو یکجا کر دیا گیا۔ پیکس بائیبل کومنٹری کے جدید ایڈیشن میں اس حقیقت کو برملا طور پر تسلیم کیا گیا۔

قرآن کریم سے اشارہ ملتا ہے کہ تورات نے جس بغاوت کا ذکر کیا ہے وہ سامری کی بغاوت ہے۔ چونکہ بچھڑا بنانے کا الزام بنی اسرائیل نے ہارونؑ کے سر منڈھ دیا ہے اس لئے اصل ملزم کی بغاوت کو کسی اور جگہ لے گئے۔ اس طرح صداقت پردۂ اخفاء میں چھپ گئی۔

(۴)

اگر سامری اور قورح کی بغاوت ایک ہے تو ناموں کا یہ اختلاف کیوں ہے؟ اس کا جواب بھی تورات کے بین السطور میں موجود ہے۔ قورح نام ہے اور سامری خطاب۔ تورات میں لکھا ہے کہ قورح اور اس کی جماعت خداتعالیٰ کے غضب کا شکار ہو کر کیفر کردار کو پہنچی لیکن اس کی اولاد اس فعل قبیح میں شریک نہیں تھی وہ بدستور خداتعالیٰ کے گھر کے دربان اور لشکرگاہ کے مدخل کے نگہبان تھے (تواریخ ۱ ۹/۱۹ گنتی ۲۶/۱۱)

عبرانی تورات میں یہاں نگہبانوں کے لئے شمری یا شامری کا لفظ ہے۔ عبرانی میں شامیر کے معنی نگہبان کے ہیں۔

اب بات بالکل صاف ہو گئی۔ فرعون۔ ہامان۔ قارون کی طرح سامری بھی ایک خطاب ہے جو لوگ نگہبانی اور دربانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ان کو سامری کہتے تھے۔ بالخصوص بنی قورح شامری تھے۔ گویا قورح خود بھی فرض منصبی کی وجہ

سے سامری کہلاتا تھا عبرانی میں شمسر کے بنیادی معنے کیل لگانے یا میخ سے مضبوط کرنے کے ہیں۔ اس سے حفاظت کے معنی پیدا ہوئے۔

اس کے دوسرے معنی الماس کے ہیں۔ ان گھڑے موتی کو جب اوزار سے گھڑا جاتا تو اسے عبرانی میں شمیر کہتے ہیں گویا سامری کے بنیادی معنی بہترین کاریگر کے ہیں۔ ثانوی معنے نگہبان کے ہیں۔ تورات میں لکھا ہے کہ خدا کے گھر میں ایک گروہ کاریگروں کا تھا وہ سونے اور موتیوں کے جڑاؤ کا کام کرتے تھے۔ صناعی میں ان کو کمال حاصل تھا۔ یہ گروہ بہت بڑی وقعت اختیار کر گیا۔ یہاں تک کہ روح اللہ سے معمور سمجھا گیا۔ (خروج ۳۱ باب)

قرائن بتاتے ہیں کہ سامری اسی گروہ سے تھا۔ یہ گروہ چونکہ پاسبان بیت ایل بن گیا۔ اس لئے مرورِ زمانہ کے باعث سامری کے معنی عبرانی زبان میں پاسبان کے ہو گئے۔ گویا ایک بنیادی معنے ہیں اور ایک مرادی۔ عبرانی لغت کے ماہرین تسلیم کرتے ہیں کہ شمر یا سمر کے بنیادی معنے کیل ٹھونک کر مضبوط کرنے کے ہیں۔ اسی سے حفاظت اور نگہبانی کے معنی پیدا ہوئے۔ پھر اس کے معنی ہیرے کے ہیں یا ہیروں کا کام کرنے والے کے۔ گویا کاریگری اور نگہبانی دونوں معنے درست ہیں۔

ان تاریخی حقائق سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ قرآن حکیم نے سامری کا جو ذکر کیا ہے وہ ایک تاریخی حقیقت ہے بائبل نے حضرت ہارون علیہ السلام پر جو الزام لگایا وہ سراسر افترا ہے۔

(۵)

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ عام طور پر قورح سے مراد قارون کو لے لیا جاتا ہے۔ حالانکہ قارون مصر میں ہی تباہ ہو گیا جبکہ "قورح کا انقلاب" خروج مصر کے بعد بیابان سے تعلق رکھتا ہے۔ قارون اور ہامان کا ذکر تورات نے کیا ہی نہیں اس باب میں قرآن حکیم منفرد ہے۔ سامری کی بغاوت تورات کے بین السطور میں تھی وہ میں نے واضح کر دی ہے۔ اب مجھے کلمہ لامساس کی مزید وضاحت کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:۔

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِى الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَامِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ (طٰہٰ ع ۹۶)

موسٰے نے کہا اچھا تو جا تیری اس دنیا میں یہی سزا ہے کہ تو زندگی بھر ہر ایک سے یہ کہتا رہے کہ مجھے چھونا نہیں (یعنی مجھ کو موسٰے نے گندہ قرار دے دیا ہے) اور موسٰے نے سامری سے یہ بھی کہا کہ تیرے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ (یعنی سزا کا جس کو تو ٹلا نہیں سکے گا۔

سورہ اعراف میں ہے کہ ذلت دنیوی اور غضب خدا دو سزائیں مقدر تھیں۔ یہ دوسری سزا خدا تعالیٰ کے

غضب کا نزول ہے۔ قورح اور اُس کی جماعت خدا تعالے کے غضب کا شکار ہوگئی۔
اب پہلی سزا لامساس لیجئے۔ بروئے تورات کوڑھیوں کے لئے یہ حکم تھا کہ وہ کسی شخص کو قریب آتے دیکھ کر کہا کریں " مجھے چھونا نہیں میں کوڑھی ہوں"
بعد میں لامساس ایک محاورہ بن گیا۔ معاشرے میں جو شخص غلاظت کی پوٹلی بن جاتا وہ گویا سراپا لامساس ہوتا۔ ایک وقت آیا کہ بنی اسرائیل خدا تعالے کے غضب کے نیچے آکر قومی طور پر لامساس بن گئے۔
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:۔
" یہ سب باتیں سنکر حضرت موسٰے علیہ السلام نے (سامری) سے کہا کہ تو نے قوم میں عزت حاصل کرنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا تھا۔ اب تیری سزا یہی ہے کہ تجھے قوم میں ذلیل کیا جائے۔ پس جب تک تو زندہ رہے تیرا فرض ہے کہ جب بھی بنی اسرائیل کے پاس سے گزرے تو کہتا جائے۔ مجھے کوئی نہ چھوئے کیونکہ موسٰے نے مجھ سے تعلق رکھنے سے منع کر دیا ہے۔ مگر یہ سزا بہرحال دنیوی ہے تیرے لئے ایک اور سزا بھی مقدر ہے۔ جو ضرور پوری ہو کر رہے گی۔"
(تفسیر کبیر طٰہٰ آیت ۹۷ صفحہ ۴۶۲)
حضرت اقدس کی اس تحقیق کی تائید میں بائبل کے حوالے ملاحظہ ہوں۔ تورات میں قورح اور اس کے ساتھیوں کے متعلق ہے:۔
"تب موسٰے نے جماعت سے خطاب کر کے کہا۔ ان باغی آدمیوں کے خیموں سے دور ہٹ جاؤ اور ان کی کسی چیز کو مت چھوؤ تاکہ ان کے تمام گناہوں میں تم بھی پھنس نہ جاؤ۔" (گنتی $\frac{16}{26}$)
یسعیاہ نبی کہتے ہیں:۔
" روانہ ہو روانہ ہو وہاں سے نکل جاؤ ناپاک چیز کو نہ چھوؤ۔ ان کے درمیان سے نکل جاؤ۔۔۔۔ تم پاک ہو جاؤ۔ ($\frac{52}{11}$)
یہ حوالہ دے کر پولوس اپنے مکتوب میں کہتا ہے۔
"مسیح کو بلیعال (ابلیس) کے ساتھ کونسی موافقت ہے؟ مومن کو غیر مومن سے کیا واسطہ؟ خدا کی ہیکل کو بتوں سے کونسی مناسبت ہے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خدا فرماتا ہے۔
پس تم ان میں سے نکل کر جدا رہو ناپاک چیز کو نہ چھوؤ تو میں تم کو قبول کر لوں گا" (۲ کرنتھیوں دوم $\frac{6}{15-17}$)
تورات میں کوڑھی کے لئے حکم ہے کہ وہ دور سے پکارے کہ میں ناپاک ہوں مجھے چھونا نہیں۔
" اور کوڑھی جس کو مرض ہے اُس کے کپڑے ڈھیلے لٹکتے ہوں گے۔ اس کا سر ننگا ہوگا اور اس کا

منہ کپڑے سے ڈھنپا ہوگا اور وہ چلا کر کہے گا ناپاک ناپاک۔ جب تک اس کو بیماری رہے وہ ناپاک یقیناً ناپاک ہے۔ وہ اکیلا رہے اور خیمہ گاہ سے باہر اس کا مکان ہوگا۔" (احبار ۱۳/۴۶-۴۵)

عبرانی الفاظ میں طمیا طمیا یقرو ناپاک ناپاک پکارے۔ اب قومی کوڑھ کا محاورہ ملاحظہ ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کے ایک بڑے حصہ نے سامری والا بچھڑا دوبارہ بنا لیا۔ اس طرح بنی اسرائیل سامری کی طرح خدا تعالیٰ کے عذاب کے مورد ہوگئے۔ اور ان کے لئے سزا بھی لامساس والی تجویز ہوئی۔ لوگ انہیں لامساس کہنے لگے۔ نوحہ یرمیاہ میں ہے۔

"وہ اندھوں کی مانند کوچوں میں بھٹکتے اور خون سے آلودہ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی ان کے کپڑوں کو چھو نہیں سکتا۔ ان کو پکارا جاتا تھا کہ دور رہو ناپاک ہے دور ہو دور ہو نہ چھوؤ۔ جب وہ بھاگے تو آوارہ پھرتے رہے۔ اور غیر قوموں میں کہا جاتا تھا کہ یہاں نہ رہیں"۔ (نوحہ یرمیاہ ۱۵-۱۴/۴)

فی الجملہ "لامساس" جسمانی و روحانی کوڑھیوں کے لئے ایک کلمۂ انذار ہے۔ سورہ طٰہٰ میں سامری کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا۔

اسی طرح ہم بعض گزشتہ واقعات تیرے آگے بیان کرتے ہیں اور ہم نے اپنی بارگاہ سے تم کو یہ یاد رکھنے کی چیز دی ہے۔

بنی اسرائیل نے سامری کا ذکر بھلا دیا اور عجل پرستی کو حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف منسوب کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل دوبارہ عجل پرستی میں مبتلا ہوگئے۔ قرآن حکیم نے اس بھولی بسری داستان کو زندہ کیا اور دنیا کو بتایا کہ اصل مجرم کون تھا؟ قومیں کس طرح خدائے احکم الحاکمین کو چھوڑ کر اور حق کی مخالفت کرکے رو بہ زوال ہوتی ہیں۔ یہ سبق یاد رکھنے والا ہے۔

ضروری حوالے

سورہ طٰہٰ میں ہے کہ جس سامری نے بنی اسرائیل کے لئے بچھڑا بنایا اسے یہ سزا دی گئی تھی۔ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ (طٰہٰ ۹۸) تاج العروس میں ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ تو کہا کرے کہ میں کسی کو نہیں چھوتا اور کوئی مجھے نہ چھوئے مطلب یہ کہ اس سے سب نے معاشرتی تعلقات منقطع کر لئے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کے اسباط عشرہ نے سامری والے مذہب کا احیاء

گیا اور دوبارہ عجل پرستی شروع ہوگئی، اور ان کو جلاوطنی کی سزا دی گئی۔ اب وہ عملاً لامساس بن گئے۔ لوگ انہیں کہنے لگے "دور ہو دور ہو چھوؤ مت"۔ (نوحہ یرمیاہ ۴/۱۵)

آٹھویں صدی قبل مسیح میں حضرت ہوشیع نبی پیدا ہوئے انہوں نے بنی اسرائیل کو انتباہ کیا۔ اگر جس طرح سامرہ کا بچھڑا ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا۔ اسی طرح اب اسرائیل کے دار السلطنت سامرہ کے بچھڑے ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے (ہوشیع ۸/۵) قرائن بتاتے ہیں کہ اس عبارت میں تحریف ہے۔ پہلا سامری کا بچھڑا ہے اور دوسرا سامرہ کا۔ عبرانی صحیفوں سے ہٹ کر ترجمہ اس عبارت کا عام طور پر یوں کیا جاتا ہے جیسے ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے اور وہ ہے اہل سامرہ کی عجل پرستی۔ گزشتہ سامری کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ "یہ بھی اسرائیل کی کرتوت ہے" فقرہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہاں دو بچھڑوں کا ذکر ہے۔ ایک پہلے سامری نے بنایا اور دوسرا اہل سامرہ نے۔ اگر متن کے مطابق ترجمہ کر دیا جاتا یا متن میں تھوڑی سی ترمیم کر کے اسے درست کر لیا جائے تو قرآنی حقیقت مبرہن ہو جاتی ہے۔

حضرت ہوشیع نبی یہ بھی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل بچھڑا بنانے سے ناپاک ہو گئے ہیں۔ اسی طرح جس طرح پہلے ناپاک ہوئے (۵/۳) ناپاک کو چھونے کا حکم نہیں (گنتی ۵/۲، ۱۲/۱۴، ۱۹/۱۶) یہاں بھی لامساس کا مضمون ہے۔ پہلے سامری نے انہیں ناپاک کیا۔ اب اہل سامرہ نے کیا۔ گویا ہر جگہ دوہرا ذکر ہے

۲۔ علماء تسلیم کرتے ہیں کہ ہوشیع ۸/۴-۵ میں عبارت میں تغیر و تبدل اور ایزادی ہوئی ہے۔ پیکس بائیبل میں ہے بعض ٹکڑے may be a later addition p.539 بعد کا اضافہ ہو سکتے ہیں۔ پیکس بائیبل کے جدید ایڈیشن میں ہے کہ متن میں تقدیم و تاخیر بھی ہے (535 a) بائیل دی ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن Revised Standered Version نے جو ترجمہ دیا ہے وہ دوسرے تراجم سے مختلف ہے۔ عبرانی متن کی رو سے بچھڑے کا پہلا ذکر بصیغہ ماضی ہے اور دوسرا بصیغہ مستقبل۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دو بچھڑوں کا ذکر ہے۔ ایک سامری نے بنایا اور دوسرا اہل سامرہ نے۔

۳۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں زیر لفظ MOSES یہ تسلیم کیا گیا کہ حضرت ہارون اور ان کی بہن مریم کے متعلق تورات کے بیانات Inferior historical Value یعنی تاریخی قدر و قیمت کے لحاظ سے بہت کمتر ہیں۔ اسی طرح زیر لفظ ہارون لکھا ہے کہ حضرت ہارونؑ کی طرف عجل پرستی ان لوگوں نے منسوب کی جو حضرت سلیمانؑ کی سلطنت کے باغی تھے۔ اور انہوں نے آپ کی وفات کے بعد شمالی کنعان میں الگ سلطنت بنالی اور انہوں نے بچھڑے کی پرستش کا احیاء کیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام پر بچھڑا بنانے کا الزام سراسر تحریف ہے۔

احبار یہود بھی اس الزام کی وجہ سے شرمندہ تھے۔ انہوں نے ہدایت دے رکھی تھی کہ ہارون کی عجل پرستی کا بیان متن تورات سے عبرانی میں سنا دیا جائے لیکن اس کا یہود کی مروجہ زبان آرامی میں ترجمہ نہ کیا جائے۔ یہ حوالہ تالمود میں

ناقابلِ فراموش

زندگی میں بعض واقعات ایسے آتے ہیں جنہیں کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ انسان کبھی کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے اور کبھی اس کی زندگی میں ایسے حادثات ہوتے ہیں جو اسے ناقابل فراموش سبق دیتے ہیں۔ کبھی راہ چلتے یا کسی مجلس میں کوئی ہادی اس کی راہ نمائی کرتا ہے اس کی غلطی کی اصلاح کرتا ہے۔ آج کچھ اس قسم کے ناقابلِ فراموش سبق یا حادثات کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

(۱)

مدرسہ احمدیہ کی کسی ابتدائی کلاس میں پڑھتا تھا۔ میں گاؤں کا رہنے والا نیا نیا قادیان آیا تھا۔ مجھے کسی میرے استاد نے کہا جاؤ پتہ کرو حضرت صاحب نماز کے لئے آگئے ہیں۔ میں نے نیچے چوک میں جانب جنوب مشرق کھڑے ہوکر بلند آواز سے پوچھا حضرت صاحب آگئے ہیں؟ ایک بزرگ نے کھڑکی میں کھڑے ہوئے مجھے کہا بیٹا یوں نہیں کہا کرتے۔ یہ کہا کرتے ہیں حضور تشریف لے آئے ہیں۔ ادب کا یہ سبق تھا جو محترم ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب نے مجھے دیا۔ اگر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں تو ہمیں صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ کہنا چاہیئے کسی صحابی کا نام لیتے ہیں تو رضی اللہ عنہ ساتھ کہنا چاہیئے۔ اگر کسی امام کا نام لیتے ہیں تو علیہ السلام کہنا چاہیئے۔ وفات یافتہ کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہیں۔ اسی جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے فرمایا۔ اس جلسہ میں کسی نے لفظ " اوئے " استعمال کیا ہے۔ یہ تربیت کی کمی ہے۔ یا کوئی نیا احمدی ہے۔ آپ اگر ایک بچے کو یہ کہتے ہیں تم نے کھانا کھالیا ہے تو بڑے کو یہ کہیں گے کیا آپ نے کھانا تناول فرمالیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی کا یہ مصرعہ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے " گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی " کہ اگر تو مرتبہ کا خیال نہیں کرتا تو گستاخ ہے۔ مجھے ایک کتاب ملی ہے جس کا نام ہے اصلاح البشر۔ یہ تالیف ہے نواب میر صدر الدین حسین خان کی جو ۱۹۱۰ء میں گجرات (بمبئی) سے شائع ہوئی۔ اس میں انہوں نے ایسے فقرات درج کئے ہیں کہ عام آدمی کو اگر یہ کہیں۔ تو بڑے کو یہی بات یوں ان الفاظ میں کہنی چاہیئے :-

(۲)

جمعہ کا روز تھا مسجد مبارک میں محراب کے قریب خاکسار اپنے محترم استاد حضرت مولوی غلام نبی صاحبؓ کے پاس بیٹھا تھا میں وضو کے لئے گیا۔ واپس آکر اچکن پہنی۔ حضرت مولوی صاحب دیکھ رہے تھے۔ فرمایا تم نے کوٹ کس

طرح پہنا۔ میں نے بایاں بازو پہلے پہنا تھا۔ فرمایا کوٹ اتارو پھر پہنو۔ پہلے دایاں بازو پہنو۔ حدیث شریف میں آیا ہے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہر امر میں دایاں پسند کرتے تھے۔ جوتا پہنتے تو پہلے دایاں پاؤں پہنتے۔ قمیص پہنتے تو پہلے دایاں بازو پہنتے۔ کتنا خیال تھا ان بزرگوں کو کہ ہمارا ہر فعل روزمرہ کے افعال حضور خاتم النبیین کی پیروی میں ہوں

(۳)

ایک بار میں اپنے عزیزوں کے پاس کمالیہ ضلع لائل پور جانے کے لئے گھر سے نکلا۔ راستہ میں حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری مل گئے۔ میں نے سلام کہا مصافحہ کیا اور دعا کے لئے عرض کیا۔ پوچھا جب گھر سے نکلے تھے ذکر الٰہی کیا تھا؟ حدیث میں آیا ہے لایزال لسانك رطباً من ذکر اللہ۔ تیری زبان ہر وقت خدا کے ذکر سے تر رہے۔ حضرت مولوی صاحب کے اس سبق کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر کمالیہ تک میں ذکر الٰہی کرتا رہا۔ ہمارے یہ بزرگ استاد مدرسہ میں قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ اگر کسی بچے کا کان پکڑتے تو ساتھ ساتھ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ کا ورد کرتے جاتے۔ ہر وقت چلتے پھرتے اثنائے گفتگو آپ ذکر الٰہی کرتے رہتے۔ اور لوگوں کو اس کی تلقین فرماتے رہتے۔

(۴)

میں مدرسہ احمدیہ کا طالب علم تھا۔ عاشق رسول حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ ہمارے ہیڈ ماسٹر تھے۔ فرض نماز سے ہم فارغ ہوئے تو میری پہلی سنتیں رہ گئی تھیں۔ میں فرض نماز کے بعد کھڑا ہو گیا۔ تا سنتیں ادا کر لوں۔ آپ نے زور سے میرا نام لیا غلام باری! میں نے عرض کی جی! فرمایا تسبیحات کر لیں۔ میں نے عرض کیا میری سنتیں رہتی ہیں وہ پڑھنے لگا تھا۔ فرمایا پہلے بیٹھ کر تسبیحات کرو۔ حضرت میر صاحب طلباء کو اور احباب کو یہ نصیحت فرماتے رہتے تھے کہ نماز کے بعد قبلہ رخ بیٹھ کر ۳۴ دفعہ اللہ اکبر۔ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھا کرو اور فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سب پوروں پر کہہ لو تو ۱۵ بار ہو گیا۔ پھر بار دیگر کر لو تو ۳۰ بار ہو گیا۔ پھر چھنگلی پر گن لو تو ۳۳ ہو گئے۔ اور الحمد للہ حضرت میر صاحب کے اس سبق کی وجہ سے قریباً سو فیصد اس پر عمل کی توفیق ملتی ہے و نعم ما قیل الدال علی الخیر کفاعلہ۔ نیکی کی تلقین کرنے والا اس کے کرنے والے ہی کی طرح ہے۔

اور جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد پڑھا ہے جو آپ نے حضرت عبد اللہ صاحب سنوری رضی کو فرمایا تھا کہ قرض کی ادائیگی کے لئے فرض نماز کے بعد لاحول ولا قوۃ الا باللہ گیارہ بار پڑھیں۔ اس پر عمل کرنے کی توفیق اللہ تعالے سے پائی ہے اور اسے بے حد مفید پایا۔ فالحمد للہ

حضرت میر صاحب جامعہ احمدیہ کے پروفیسر تھے جب شیخ عبد الرحمن صاحب مصری ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ کا جماعت سے اخراج ہوا تو حضرت میر صاحب کو مدرسہ احمدیہ کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔ خدا کا شکر اور احسان ہے کہ مجھے حضرت میر صاحب

سے دو سال حدیث، فقہ اور منطق پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں نے ان غیر از جماعت اساتذہ سے بھی حدیث پڑھی ہے جنہوں نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے حدیث پڑھی ہے۔ جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سو سال پہلے سے آج تک ویسا عالم حدیث پیدا نہیں ہوا۔ اور ہمارے وہ استاد کہا کرتے تھے کہ میں نے چالیس سال تک دیوبند میں حدیث پڑھائی ہے۔ اور انہیں حدیث کی کتاب مسلم قریباً نوک بر زبان تھی۔ لیکن خدا شاہد ہے میں نے ایک دن بھی اس استاد کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر پر اشکبار کبھی نہیں دیکھا۔ لیکن میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کو بیسیوں مرتبہ ختم المرسلین کے ذکر پر اشکبار اور آنسو پونچھتے دیکھا۔ آج تک ان کے درس کا لطف دل و دماغ محسوس کرتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو میر صاحب کی زبان ہو۔ پھر مجلس سسکیاں نہ لے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ طالب علموں کی اور جماعت کی تربیت کا خیال حضرت میر صاحب کو ہر وقت بے چین رکھتا۔ ان گنہگار آنکھوں نے دیکھا وہ شفیق استاد بیمار طالب علموں کے لئے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لے کر خود دارالاقامہ میں تشریف لا رہے ہیں۔ نماز باجماعت کی پابندی طلباء سے کرواتے۔ ان کے قصور پر چشم پوشی فرماتے۔ قرآن مجید کے مشکل مقامات حل کرواتے۔ نظم و ضبط ان کا مثالی تھا۔ انہیں خدا کو پیارے ہوئے مدت گزری۔ لیکن اب بھی وہ یاد آتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ مٹی تلے نہیں سوئے ہوئے ہمارے درمیان موجود ہیں کسی نے خوب کہا ہے

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو
در سینہ ہائے عارفاں باشد مزار ما

(۵)

قادیان کی ہی بات ہے ہائی سکول کے طلباء سے مدرسہ احمدیہ کے طلباء کا فٹ بال کا میچ تھا۔ دھند لکے میں ریتی چھلہ کو میں نے عبور کیا۔ شہر کی جانب والی دیوار پر ہمارے استاد حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب جٹ امیر جماعت احمدیہ قادیان تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کو نہ پہچانا دیوار پر سے گزر گیا تو حضرت مولوی صاحب نے آواز دی۔ میں نے کہا جی! فرمایا السلام علیکم نہیں کہا۔ میں نے عرض کیا میں نے پہچانا نہیں آپ کو۔ فرمایا یہ نہیں پڑھا السلام علی من عرفت ومن لم تعرف جس کو جانتے ہو اس کو بھی السلام کہو اور جس کو نہیں جانتے ان کو بھی کہو۔

اور جن احباب نے حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب جو مقربین بارگاہ الٰہیہ میں سے تھے۔ جسے الہام نے فرشتہ کا لقب دیا وہ ہر کس و ناکس کو سلام کہنے میں پہل کرتے تھے۔ ایک بار آپ شہر سے احمدیہ بازار کی طرف سے آ رہے تھے میں شہر کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کو دیکھا تو ارادہ کیا آج سلام کرنے میں پہل کروں گا۔ اور میں انتظار کر رہا تھا کہ حضرت مولوی صاحب ذرا قریب ہو جائیں تو میں سلام عرض کروں کہ آپ نے السلام علیکم کہہ دیا اور میری حسرت دل میں ہی رہ گئی۔

(۶)

ایک بار مسجد مبارک میں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

التحیات میں حضرت مولوی صاحب بیٹھے۔ السلام علیک ایھا النبی کا فقرہ آیا تو حضرت مولوی صاحب بار بار یہ فقرہ دوہراتے تھے۔ اور اس لذت سے دہراتے تھے کہ آج تک یہ لذت دل و دماغ فراموش نہیں کرسکے۔ السلام علیک ایھا النبی۔ السلام علیک ایھا النبی۔ کتنا پیار ان کے دل میں مسیح پاک نے اپنے آقا اور استاد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا بٹھا دیا تھا۔ اور اس سبق کی بدولت اب احقر کو کتنی دفعہ اس پر عمل کی توفیق ملتی ہے۔ کتنے منکسر المزاج۔ بے ریا۔ بے نفس۔ زاہد، عالم باعمل تھے مسیح پاک کے یہ نام لیوا۔

(۷)

ہمارے ایک استاد مسیح پاک کے صحابی حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی اے مہر سنگھ تھے۔ دعا سے شغف اور تبلیغ کی آپ کو دھت تھی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کا قضاء سلسلہ میں ایک مقدمہ تھا۔ خاکسار قاضی تھا آپ نے مجھے ایک پوسٹ کارڈ لکھا۔ مقدمہ کے بارہ میں کوئی بات آپ نے لکھی اور جس طرف ایڈریس لکھتے ہیں اس طرف دوسرے خانہ میں موٹے حروف سے لکھا جو یہ ثابت کردے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس جسد عنصری سے آسمان پر گیا اسے پانچصد روپیہ انعام" اس کے بعد جب آپ سے میں نے عرض کی۔ ماسٹر صاحب آپ نے قضا کے خط میں یہ کیا لکھا۔ اس کا مقدمہ سے کیا تعلق۔ فرمایا میں نے یہ خیال کیا ایڈریس پڑھتے وقت ڈاکئے کی نظر اس پر پڑے گی تو مفت میں تبلیغ ہو جائے گی۔

تبلیغ کا آپ کو کس قدر جنون تھا اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیجئے۔ ایک سال گرمیوں کے موسم میں حضرت ماسٹر صاحب رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے پاس تبدیلی آب و ہوا کے لئے تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب ان دنوں ڈلہوزی میں پریکٹس کرتے تھے۔ ایک بڑے گتے پر تبلیغی عبارت لکھ کر گتے کو گلے میں لٹکا کر محترم ماسٹر صاحب چوک میں بے حس و حرکت کھڑے ہو جاتے۔ لوگ یہ عجیب نظارہ دیکھتے تو قریب آجاتے عبارت کو پڑھتے۔ کسی نے افسر مجاز کے پاس شکایت کی۔ ہم یہاں تبدیلیٔ آب و ہوا کے لئے آتے ہیں۔ ہماری تفریح منغض ہوتی ہے۔ افسر مجاز نے ماسٹر صاحب محترم کو بتایا اور لوگوں کی شکایت کا ذکر کیا۔ تو ماسٹر صاحب نے فرمایا سیر ان کی خراب ہوتی ہے یا میری جو کھمبے کی طرح کھڑا ہوتا ہے۔ باقی میں کسی کو پڑھنے کے لئے مجبور نہیں کرتا۔ یہ نہ پڑھا کریں۔ (جاری ہے)

(السامری - بقیہ صفحہ ۲۳)

موجود ہے (جیوش انسائیکلو پیڈیا زیر لفظ ہارون)

مقام غور ہے قرآن حکیم کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس آسمانی کتاب نے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت ہارون علیہ السلام کو نہ صرف عجل پرستی کے الزام سے بری قرار دیا بلکہ اصل مجرم کو بے نقاب کرکے تاریخی حقائق کو اجاگر کر دیا ہے

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

تیرہ سو چھپن سال قبل کربلا کے میدان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے سیدہ فاطمہ کے جگر گوشہ حسینؓ انتہائی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کو صرف اکاون برس گزرے تھے۔ ابھی وہ لوگ زندہ تھے جنہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حسین علیہ السلام سے پیار کرتے ان کا منہ چومتے دیکھا تھا ظالموں نے صرف حسین علیہ السلام کو شہید نہیں کیا تھا۔ ان کا سر تن سے جدا کر کے دمشق بھجوایا گیا۔ ان کے جسدِ مبارک کو گھوڑوں کے پاؤں تلے روندا گیا۔ اکمال فی اسماء الرجال میں حضرت حسینؓ کے حالات پر مصنف نے لکھا ہے کہ کربلا میں حضرت حسینؓ کے ساتھ ان کے اہلِ بیت و اقربا میں سے تیرہ افراد شہید کئے گئے۔ اہلِ بیت کے خیموں کو نذرِ آتش کیا گیا۔ مردوں میں صرف زین العابدین بچ سکے تھے جو بیمار تھے۔

حضرت امام حسینؓ وہی حسینؓ ہیں جن کے متعلق صحاح ستہ کی اکثر کتب میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور ان کو سینہ سے لگاتے اور فرماتے کہ اے اللہ میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھیو۔ ہر وہ مسلمان جو حضورؐ سے محبت کرتا ہے وہ حضورؐ کے اہلِ بیت اور حضورؐ کے محبوب سے ضرور محبت رکھے گا۔ کربلا کے میدان میں جو ظلم توڑا گیا اس کو سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کونسا دردمند ہے جو اس سانحہ پر اشکبار نہیں ہوتا۔ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا۔ اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا۔ اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی محبت الٰہی اور تقوےٰ اور صبر و استقامت، اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے .... تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔"

(اشتہار تبلیغ الحق ۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

آپ کی لختِ جگر سیدہ مبارکہ بیگم روایت فرماتی ہیں کہ محرم کا مہینہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے اور میرے بھائی مبارک احمد کو بلایا اور فرمایا آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں اور آپ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپ واقعات سناتے جاتے تھے آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

اپنے پوروں سے آنسوؤں کو پونچھتے جاتے تھے۔ کربلا کے واقعات سنانے کے بعد آپ نے فرمایا:۔

"یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔"

حسین علیہ السلام کا سر مبارک جب طشت میں رکھ کر یزید کے دربار میں لایا گیا اور یزید آپ کے دندان مبارک کو چھڑی لگا رہا تھا تو ایک صحابی نے کہا چھڑی کو ہٹاؤ میں نے ان دانتوں پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا ہے اور کسی نے یہ شعر بھی وہاں پڑھا ؎

یفلقن ھاماً من رجال اعزۃ ✻ علینا وھم کانوا اعق واظلم

(اسد الغابہ الجز الخامس ص۲۸)

ان آدمیوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑا گیا جو ہمیں بہت عزیز تھے۔ اور ایسا کرنے والے بہت ظالم اور نافرمان تھے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ ابن زیاد آپ کے سر مبارک کو چھڑی سے چھوتا تھا اور کہتا تھا میں نے اس سے زیادہ خوبصورت انسان نہیں دیکھا کیونکہ حضرت حسینؓ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ الکمال فی اسماء الرجال میں لکھا ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کے چھ سال بعد دس محرم کو ابن زیاد قتل کیا گیا اور اس کا سر مالک بن اشتر نخعی نے کاٹ کر مختار کو بھیجا۔ اور مختار نے ابن زبیر کو بھیجا۔ اور ابن زبیر نے علی بن حسین کو بھیجا۔ عمارہ بن عمر کہتے ہیں میں نے مسجد میں دیکھا ابن زیاد کا سر اور سروں کے درمیان پڑا ہوا تھا ایک سانپ آیا دو بار وہ ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوا اور پھر باہر نکلا اور غائب ہو گیا۔

یزید جو واقعہ کربلا کی ذمہ واری سے بری نہیں اس کے پایہ تخت دمشق میں مجھے مارچ ۱۹۶۷ء میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بسیار تلاش کے بعد میں اس کی قبر کی جگہ پہنچا۔ تو میں نے دیکھا اس کی قبر کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہاں اس کی قبر تھی۔ اس کی قبر پر پچاس برس تک سنگ باری ہوتی رہی۔ پھر اس کی قبر اکھیڑ کر اس کی ہڈیاں نکال کر بیت الخلاء میں پھینکی گئیں۔ اور دمشق کے قبرستان میں سب سے پہلے جو میں نے قبہ دیکھا وہ ان اہل بیت کا تھا۔ جو حسین علیہ السلام کے ساتھ میدان کربلا میں قربان ہو گئے تھے۔ گنبد پر یہ دو شعر لکھے تھے، جسے میں نے اسی وقت اپنی نوٹ بک میں محفوظ کر لیا وہ شعر یہ تھے ؎

وفتیۃٌ من بنی عدنان ما نظرت ✻ عین الغزالۃ اعلیٰ منھم حسبا

من کل جسم بوجہ الارض مطرح ✻ وکل رأس براس الرمح قد نصبا

بنی عدنان کے کچھ نوجوان تھے کہ سورج کی آنکھ نے ان سے بہتر حسب نہیں دیکھا کہ ...

ایک کا جسم زمین پر پڑا ہوا تھا اور ہر سر نیزے کی انی پر بلند کیا گیا۔ اور گنبد پر لکھا تھا یہاں ان کے سر مدفون ہیں ابوالفضل العباس بن علی، قاسم بن الحسن۔ علی الاکبر بن الحسین۔ عمر بن علی۔ عبداللہ بن علی۔ الحر الریاحی۔ محمد بن علی۔ عبداللہ بن عوف۔ محمد بن مسلم۔ عبداللہ بن عقیل۔ الحسین بن عبداللہ۔ حبیب بن مظاہر علی بن ابی بکر۔ عثمان بن علی۔ جعفر بن عقیل۔ جعفر بن علی۔

مسجد بنو امیّہ میں وہ چھوٹا سا حجرہ بھی دیکھا جہاں خاندانِ حسینؓ کی خواتین نے رات گزاری اور وہ طاقچہ بھی دیکھا جہاں حسین علیہ السلام کا سر رکھا گیا تھا۔ کتنا ظالم تھا یزید۔

یکم محرم کو میں یہ سطور سپرد قلم کر رہا ہوں۔ کتنا خونچکاں ہے یہ حادثہ۔ کس کے ساتھ یہ سب کچھ کیا گیا اس خاتم المرسلینؐ کے نواسہ کے ساتھ کہ جن پر ایک بار درود بھیجا جائے۔ تو فرشتے درود بھیجنے والے پر دس بار درود بھیجتے ہیں کس بے رحمی سے کربلا کی تپتی ریت پر آپ کا خون بہایا گیا۔ کس طرح ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے اعزاء پیاس سے تڑپتے رہے۔ خاندان کے بچے فرات کے پانی کے قطرہ کو ترستے رہے۔ اس فرات کے پانی کو جس سے جنگل کے درندے سیراب ہوتے تھے لیکن خانوادہ حسینؓ کو اس سے پانی پینے کی اجازت نہ تھی۔ رسول کی گود میں کھیلنے والے نے کس صبر و ہمت سے جان دی۔ کس طرح انہوں نے علی اصغر کے خون کا اوک بھر کر آسمان کی طرف پھینکا تھا۔

کربلا کے واقعہ میں ہمیں کئی سبق ملتے ہیں۔ ایک سبق تو یہ ہے کہ حسین کی شہادت یزید کی موت تھی جو زیب عنوان ہے۔ کیا خوب کہا تھا مولانا محمد علی جوہر نے ؎

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے ٭ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

دیکھئے مامورِ زمانہ جلی حروف میں اپنی کتاب فتح اسلام میں فرماتے ہیں:۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے"

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"جو قومیں اپنی جان کیا ہی بہا جاتی ہیں وہی مرتی ہیں جو اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر لئے پھرتی ہیں وہی ہمیشہ زندہ رہا کرتی ہیں"

(الفضل جلد ۲۵ نمبر ۲۷۰ سنہ ۱۹۳۵ء)

سوال وجواب

(مکرم ومحترم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ)

سوال :- ایک عورت برضا خود اپنا حق مہر چھوڑ دیتی ہے لیکن ایک مدت گزر جانے کے بعد وہ مطالبہ کرتی ہے۔ کیا اس کا مطالبہ جائز ہوگا؟

جواب :- چونکہ ہمارے ملک میں مہر کی ادائیگی کو مناسب اہمیت نہیں دی جاتی۔ عورتیں سمجھتی ہیں کہ ملنا ملانا تو ہے نہیں اس لئے معاف ہی کیوں نہ کردیں۔ گویا یہ معافی دراصل مایوسی کی معافی ہے۔ اس لئے اگر وہ اپنے اقرار سے رجوع کرلے تو یہ گویا اس امر کی دلیل ہوگا کہ اس نے مجبوراً معاف کیا تھا ورنہ وہ دل سے معاف کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ معاف کرنے کی صورت تو تب ہوتی کہ خاوند مہر ادا کردے اور پھر وہ بخوشی اسے واپس کردے۔ بہرحال عورت کو اس میں رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔

سوال :- ایک شخص حق مہر اور خرچہ سے بچنے کے لئے کہتا ہے کہ میری بیوی فاحشہ ہے اور بدکردار ہے اور وہ لعان کرتا ہے۔ کیا وہ عورت لعان کی وجہ سے خرچہ یا مہر کی مستحق نہیں رہے گی؟

جواب :- لعان جج یا قاضی کی عدالت میں ہی ہوسکتا ہے۔ خود بخود قسم کھانے سے خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو۔ لعان کے احکام نافذ نہیں ہونگے اور نہ ہی جدائی ہوگی۔ اگر قاضی کے سامنے مقاسمہ اور لعان ہو تب بھی مہر معاف نہیں خاوند کو مہر ہر حال میں ادا کرنا ہوگا اور اگر وہ ادا نہ کرے تو عورت اس کے خلاف ڈگری لے سکتی ہے۔ رہا خرچہ تو عورت جب تک اپنے خاوند کے حق میں بیٹھی ہے اور خاوند کی حسب عرف فرمانبردار ہے وہ نان نفقہ اور جائے سکونت کی مستحق ہے۔

سوال :- اگر عورت کسی حرام مطالبہ کی بنا پر خاوند کی اطاعت سے انکار کرے اور اپنے والدین کے گھر رک جائے اور خاوند بغیر رجوع عدالت طلاق دیدے تو کیا عورت خاوند سے مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

جواب :- مہر دراصل ایک قرض ہے جو نکاح اور مکمل رخصتانہ کے ساتھ ہی خاوند کے ذمہ واجب الادا ہوجاتا ہے اور عورت کو اس قرض کے وصول کرنے کا اسی طرح حق ہے جس طرح کوئی قرض خواہ اپنا قرض وصول کرنے کا حق رکھتا ہے۔ خاوند عدالت یا قضا سے رجوع کرے اور عورت کی شدید نوعیت کی ناواجب حرکات کا ثبوت مہیا کئے بغیر خود بخود مہر کی ادائیگی سے انکار نہیں کرسکتا۔ آخر خاوند اپنے حق میں خود بخود ڈگری کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے جب تک کہ وہ مسئلہ عدالت میں یہ ثبوت پیش نہ کرے کہ عورت نے واقعی ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور خاوند کو اس حد تک ضرر پہنچایا اور نقصان پہنچایا کہ ان زیادتیوں کے بعد وہ اپنا مہر وصول کرنے کی حقدار نہیں رہی ۔ عورت کے جرم اور اس کی سزا کی نوعیت کا جائزہ عدالت ہی لے سکتی ہے۔ خاوند تو ایک فریق ہے۔ اسے قاضی تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

عَلَم انعامی انصاراللہ

مجلس انصاراللہ کی کارکردگی ۱۳۵۴ ہش / ۱۹۷۵ء کے لحاظ سے مرکز کے فیصلہ کے مطابق پہلی دس نمایاں مجالس کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ مجلس انصاراللہ اسلامیہ پارک لاہور (عَلَم انعامی کی مستحق قرار پائی)

جلسہ سالانہ ۱۹۷۵ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دست مبارک سے مجلس انصاراللہ اسلامیہ پارک لاہور کے زعیم اعلیٰ مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب کو ایک سال کے لئے عَلَم انعامی مرحمت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک کرے آمین

۲۔	مجلس لائل پور شہر	چوہدری حمید الغنی صاحب
۳۔	” مارٹن روڈ کراچی	مولوی عبدالمجید صاحب
۴۔	” دارالذکر لاہور	میجر عبداللطیف صاحب
۵۔	” ناظم آباد کراچی	میجر محمد نذیر صاحب
۶۔	” سکھر شہر	قریشی عبدالرحمٰن صاحب
۷۔	” کراچی صدر	سید سعید خالد صاحب
۸۔	” ربوہ	چوہدری محمد شریف صاحب فاضل
۹۔	” کوئٹہ شہر	میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے
۱۰۔	” مغلپورہ لاہور	میاں عبدالحکیم صاحب

مجالس انصاراللہ سے ضروری گزارش

اللہ تعالیٰ ہر رنگ میں نیا سال مبارک کرے۔ مجلس انصاراللہ کا مالی سال یکم جنوری ۱۹۷۶ء سے شروع ہو چکا ہے۔ زعمائے کرام کی خدمت میں ماہ دسمبر ۱۹۷۵ء میں بجٹ فارم بھجوائے جا چکے ہیں۔ بعض مجالس کی طرف سے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر بجٹ فارم مکمل ہو کر موصول ہو چکے ہیں۔ لیکن جن مجالس نے تا حال بجٹ فارم نہیں بھجوائے از راہِ کرم جلد سے جلد مکمل کر کے مرکز میں بھجوا دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

قائد مال مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ



حضور ایدہ اللہ تعالی اپنے دست مبارک سے
مکرم چوھدری نصیر احمد صاحب زعیم اعلی اسلامیہ پارک لاھور
کو علم انعامی عطا فرما رہے ھیں ۔



امام جماعت احمدیہ جلسہ سالانہ ۱۹۷۵ء کے سامعین سے خطاب فرما رہے ہیں ۔

طابع نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا